بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

اِس امرِ واقعہ پر مبارک باد کہ دستور کی نویں ترمیم (متعلق بہ نفاذِ شریعت) پاس ہوئی اور اب دوسرا مرحلہ شریعت بل کا ہے۔

میں اپنے واجب الاحترام بزرگوں کے متعلق یہ یقین رکھتا ہوں کہ وہ نفاذِ شریعت کے سلسلے میں کشمکش کی وسعتوں اور گہرائیوں کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ لیکن ہمارے کارکن بھائیوں کو بھی اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ اس سلسلے میں بڑی جد و جہد درکار ہے اور بڑی بڑی مہماتِ مسلسل کی ضرورت ہے۔ نہ قراردادِ مقاصد پر ٹھہراؤ تھا، نہ دستور ۱۹۷۳ء کی اسلامی دفعات پر۔ نہ مارشل لاء کی اسلام نوازیوں پر، نہ دستور کی نویں ترمیم (بہ سلسلہ نفاذِ شریعت) کے پاس ہو جانے پر اور نہ اب سینیٹ میں زیرِ غور و بحث شریعت بل (پیش کردہ قاضی عبداللطیف اور مولینا سمیع الحق) کی منظوری پر۔

آپ میری باتوں سے مایوس ہونے کے بجائے صبر و عزیمت کے بلند تاریخی مقام پر کھڑے ہو کر حالات کو دیکھیں اور معاملات کو سوچیں۔

—— ایک معرکہ دستوری و پارلیمانی سطح پر جاری ہے۔

—— ایک محاذ "مسلمانانِ بلا اسلام" اور انحرافیوں اور جدیدیوں اور اجتہادیوں کا ہے، جو لادینیت پسندوں، کمیونسٹوں اور دین بیگانہ قوتوں کی پشت پناہی رکھتے ہیں۔ اور پھر ان کے اوپر اہلِ مغرب اور سوشلزم کا سایہ ہے۔ یہ پارلیمانی سیاست میں بھی ہیں۔ یہ جلسوں میں بھی تقریریں فرماتے ہیں، یہ اخباروں میں بھی شریعت کے بارے میں انتشار پیدا کرنے اور اسلامی ریاست کے تصور کی گردن مغربی نظریات و ثقافت کے شکنجے میں کسوانے کے لیے بے چین ہیں، اور یہ اسلام کے حق میں ہر دستوری یا قانونی پیش قدمی کے خلاف —— چاہے وہ کتنی معمولی درجے کی ہو ——

اس طرح کا زبانی اور تحریری پروپیگنڈا شروع کر دیتے ہیں کہ اسلام دستوری اور قانونی ذرائع سے نافذ ہونے کی چیز نہیں، جو لوگ نماز نہیں پڑھتے ان کو کوئی دستور نماز نہیں پڑھا سکتا۔ اور جو لوگ دین کے اصل منصوص دیوانی و فوجداری ضوابط سے آزاد اپنی روشِ معاملات رکھتے ہیں۔ ان پر کبھی شریعت کا سایہ نہیں پڑ سکتا۔ یہ باتیں دراصل وہ اپنے متعلق کہنے کے ساتھ ساتھ ان کو برابر اس لیے پھیلا رہے ہیں کہ اور بھی زیادہ سے زیادہ لوگ اس پروگرام میں ان کے ہم نوا ہو جائیں کہ اسلام کے تقاضے اگر دستوری اور قانونی شکل میں سامنے آئیں تو ان کو سرکشی اور بغاوت کی رو سے ڈائنا مائیٹ کر دینا ہے۔

قادیانیوں اور ان کے بعض ہم مزاج عناصر کے متعلق آپ کو معلوم ہے کہ ان کی پوری تخریبی مساعی یہ ہیں کہ اسلام اس شکل میں نافذ نہ ہو جائے جس میں ان کے لیے اپنے عقیدوں کا فٹ کرنا مشکل ہو گا۔ کھلا کھاتہ چلتا رہے تو سب خیر رہتی ہے۔

آپ کے وڈیرے اور اس سے ساز باز رکھنے والی نوکر شاہی، نیز ان دونوں کے گٹھ جوڑ سے سرپرستی حاصل کرنے والا جرائم کا طبقہ اور اس تگڈم پر المضاعف وہ چوتھا ضلع جو کسی خانقاہ کی گدی یا مسجد کی چٹائی پہ بیٹھ کر سر پر مسلط ارباب من دون اللہ کے حقوق کو خوب پہچانتا ہے یہ سب مل کر کتنی بڑی طاقت بنتے ہیں۔

میرے کارکن بھائی یہ ہے وہ عظیم محاذ جس سے ہمیں ہر جگہ سابقہ درپیش ہے۔

قبل اس کے کہ شریعت بل وغیرہ کے متعلق کوئی وضاحتی بات لکھوں، یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ قرارداد مقاصد کے دور سے لے کر شریعت بل تک، جب بھی دین کی بات چلی تو ہمیں انتہائی زبردست سیلابِ مخالفت کا مقابلہ کرنا پڑا۔ سرکاری پارٹی کی طرف سے مختلف دفعات میں ایسی تبدیلیاں کر دینے کی کوششیں ہوئیں جن سے بات کچھ ڈھیلی ڈھالی ہو جائے۔ زیادہ سے زیادہ معاملات کو التوا میں ڈالا جا سکے، اسلام کے کسی قانون کے اجرا و نفاذ میں دس قسم کی دستوری و قانونی مزاحمتیں پیش آئیں۔ اور ان مزاحمتوں سے جب کوئی معاملہ گذرے تو جس حد تک ممکن ہو اس کا

حلیہ بگاڑ دیا جائے۔ یہ کوشش کہ ہر خرابی جو رائج ہے یا جو ہمارے اکابر یا طبقۂ غالب (مذکورہ بالا) کو پسند ہے، اُسے نہ چھیڑا جا سکے۔

ع کوئی پتھر سے نہ مارے مرے دیوانے کو

بلکہ دیوانہ صاحب کی خاکِ پا کو پوجا جائے۔

تاہم اس ساری کوشش کو رائیگاں نہ سمجھا جائے، اس کا بہت بڑا فائدہ ہے جس کی مقدار فائدہ اُٹھانے والی قوت کی صلاحیت و محنت پر منحصر ہے۔ مثال یوں سمجھیے کہ کسی جگہ نماز کے لیے "قبلہ کے رُخ" کا نشان لگا ہے اور الفاظ لکھے ہیں، چٹائی بھی بچھی ہوئی ہے، یہ بورڈ بھی آویزاں ہے کہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ نماز پڑھے۔ اس طرح کے دستوری یا قانونی ماحول کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اقامتِ صلوٰۃ کا کام کرنے والوں کے لیے راستے آسان ہو جاتے ہیں اور مخالفین نماز کو خود اُن کا سماجی و اخلاقی احساس کمزور کر دیتا ہے۔ اس میں مثبت کام کرنے والے اگر زور لگا کر تیزی سے کام کر جائیں تو "جدیدیت" اور "انحرافیت" اور "اجتہادیت" سب منقارِ زیر پَر ہو جائیں گی جیسے وہ قراردادِ مقاصد کے بعد چند سال کے لیے ہوتے تھے۔ لیکن مثبت کام کرنے والوں نے کوتاہی کی تو منفی قوتیں پیش نظر کوشش کو زیادہ سے زیادہ غیر مؤثر بنا دیں گی۔

انھی آثار و علائم نے ایسی فضا بنائے رکھی ہے کہ ہمارے خوش حال، دانشور اور کھاتے پیتے طبقات کے ہزار دلی اضطراب کے باوجود قافلۂ ریاست کا رُخ نہیں بدلا جا سکا۔

کہنا یہ ہے کہ ماحول میں قدرے آسانی ہمارے لیے پیدا ہوئی ہے اور اتنی ہی مشکل مقابل کی قوتوں کے لیے بڑھی ہے۔

اس لمحے کو اپنے لیے ایک اچھا نقطۂ آغاز بنانا ہمارا اپنا کام ہے۔

اب آیئے ذرا اس ذہنی کشتی کا اندازہ کیجیے جو اس بل کے سلسلے میں پارلیمانی اسٹیڈیم میں ہو رہی ہے۔ ایک ایک لفظ اور ایک ایک اصطلاح اور ایک ایک جملے اور پیرے پر آرا

کا ٹکراؤ ہو رہا ہے۔

پہلا سوال تو یہ ہے کہ آخر نویں ترمیمی بل کا تعلق بھی شریعت سے تھا، اس کے پاس ہونے کے بعد ایک نئے شریعت بل کی ضرورت کیا تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت بل کے اصل متن کا اساسی منشا یہ تھا کہ بجائے اس کے کہ شریعت کے چھوٹے چھوٹے پرزے اور پارچے کبھی یہاں نمودار ہوں اور کبھی وہاں، کبھی اس پر کشمکش ہو کبھی اُس پر، کوئی ایسی صورت ہونی چاہیے کہ پوری شریعت نافذ ہو، اور بیچ کے کسی ہیر پھیر اور ہیچ پیچ کے بغیر نافذ ہو۔

مگر حکومت نے سیاسی مہارت سے کام لے کر "مظاہرے" کے مصرعے پر دستور کی نویں ترمیم کو پاس کرنے کی گرہ لگائی۔ اور کچھ وقت کے لیے بے شمار لوگ اس مغالطے میں پڑ گئے کہ منزل مار لی۔ یاد رہے کہ جس زمانے میں نویں ترمیم کا مسودہ زیر گفتگو تھا۔ اس زمانے میں بھی حکومتی جانب سے انتہائی کوششیں یہی کی گئیں کہ اصطلاحات کو زیادہ سے زیادہ ڈھیلا رکھا جائے، حتمی انداز سے بچا جائے، تشریح و توضیح کی وسیع گنجائشیں ہوں اور ہر مسئلہ چکروں میں سے گذرے۔ علاوہ ازیں وہ بل نہ صرف یہ کہ قرارداد مقاصد کی طرح عملی حکومت کاری کے لیے ڈھیلا ڈھالا تھا، بلکہ اُس کی نوعیت ایک ایسے دستوری فیصلے کی تھی جس کا کوئی قانونی تقاضا نہیں تھا۔

بہ طور مثال نویں ترمیمی بل کے چند اجزا دیکھیے۔

اسلامی عناصر کی مانگ یہ تھی کہ قرآن و سنت کی تعلیمات کو واضح طور پر جامع اور اوّلین سرچشمۂ قانون قرار دیا جائے اور کوئی قانون سازی قرآن و سنت کی تعلیمات سے ہٹ کر نہ ہو۔

جو دفعہ پاس ہوتی ہے ——— وہ کہتی ہے کہ مقدس قرآن و سنت بالاتر قوانین ہوں گے اور اسمبلیوں میں قانون سازی کے لیے اور حکومت کے پالیسی بنانے کے لیے "رہنمائی کا سرچشمہ" ہوں گے۔ ان الفاظ نے پوزیشن بدل دی ہے۔

جھگڑا اس بات پر تھا کہ قرآن و سنت ملک کا بالاترین قانون اور پالیسی کا سرچشمہ ہوں گے۔

اس بات کو "رہنمائی کا سرچشمہ" اور "ذریعہ ہدایت" میں بدل دیا گیا۔ یعنی پارلیمان کا کوئی فرد، وزیراعظم یا پورا ایوان یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم نے ہدایت اخذ کرلی ہے۔

اب ان الفاظ کو صحیح معنوں پر لانے کے لیے سیاسی قوت، اور سیاسی عمل یا دعوتی و اشاعتی سرگرمیوں کی ضرورت ہے۔

پھر ایک جھگڑا عائلی اور مالی قوانین کے قرآن وسنّت سے استثنا پر تھا۔ درمیانی راہ یہ سامنے آئی کہ عائلی قوانین کے استثنا کو حکومت نے چھوڑ دیا۔ اور ان قوانین کی فدائی خواتین اور اُن کے ہم خیال دانشوروں کے لیے یہ گنجایش نکل آئی کہ وہ چاہیں تو ان قوانین کو یا ان کے کسی جز کو وفاقی شرعی عدالت میں لے جائیں۔ لیکن مالی قوانین جن کی اقسام کا دائرہ بہت وسیع بنتا ہے، ان کے لیے دلچسپ رُخ اختیار کیا۔ دستور کے ساتویں حصے، باب ۳ الف میں یہ ترمیم کی گئی کہ اگر کسی مالی معاملے کو عدالت کے سامنے اس دعوے کے ساتھ لے جایا جائے کہ یہ قرآن وسنّت کے خلاف ہے تو عدالت ضروری کارروائی کے بعد اس کا فیصلہ تو کرے گی۔ مگر اس کے ساتھ متبادل صورت طے کرے گی کہ مسئلے کا قانونی حل کیسے کیا جائے۔ پھر وہ متبادل صورت حکومت کو جائے گی اور عدالت ہی کی مقرر کردہ مدت میں وہ اس کے مطابق قانون یا پالیسی وغیرہ مقرر کرے گی اور جب تک یہ سلسلہ چلے گا، تمام کارروائیاں سابق چیلنج شدہ قانون کے مطابق ہی ہوتی رہیں گی۔ اور کوئی فیصلہ سابق طے شدہ اُمور پر اثرانداز نہیں ہوگا۔

یعنی ہم جو یہ چاہتے تھے کہ قرآن وسنّت براہ راست قانون تسلیم کیے جائیں اور نافذ ہوں اور عدالتیں ان کے مطابق فیصلے کریں، یہ صورت حاصل نہ ہوسکی۔

پھر بھی نویں ترمیمی بل کا ایک بڑا فائدہ ہے۔ وفاقی شرعی عدالت کا دائرۂ سماعت بڑا وسیع ہوگیا ہے[1]۔ اب کلی استثنا صرف دستور کو حاصل ہے۔ دوسرا استثنا مالی مسائل و معاملات

---

[1] کسی رفیق کے لیے یہ سوال بڑا اہم ہوسکتا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے دائرۂ اختیار کو وسیع کرنے کا فائدہ کیا ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ پارلیمان میں اسپیکر اور حکومتی پارٹی کی اکثریت (باقی برصفحہ آئندہ)

کے لیے ہے، جیسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہ چیز معاشرے اور قوانین میں تبدیلی پیدا کرنے کے لیے ان لوگوں کی مدد ہوگی جو کام کرنا چاہیں۔

البتہ اپنے سابق تمام قوانین کے لیے حکومتی پارٹی نے ایک خصوصی تحفظ حاصل کر لیا ہے۔ وہ یہی کہ جب تک کسی معاملے میں کسی قانون کو عدالت میں چیلنج نہ کیا جائے اور عدالت اس پر مخالفانہ مشورہ نہ دے دے اور پھر ماہرین کے مشورے سے اس کے لیے متبادل صورت تجویز کر کے حکومت کو ایک مقررہ میعاد میں عمل کرنے کے لیے نہ پہنچا دے۔ اس ساری کارروائی کے مکمل ہونے تک کوئی بھی مروجہ قانون کارفرما رہے گا۔ کوئی نہیں جانتا کہ ان سارے مراحل کا سفر کیسے کیسے طویل ہو سکتا ہے اور پھر ان سفروں کا کیا علاج کہ سفر بھی ہوتے رہتے ہیں اور منزل بھی نہیں ملتی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابق)

اوّل تو مخالفین کو بولنے کے مواقع نہیں دیتی۔ جو مواقع ہوتے ہیں۔ ان میں بھی پوری بات دلائل کے ساتھ نہیں آسکتی۔ دلائل سے بڑھ کر ایوان میں جذباتی ماحول کا کبھی کبھی غلبہ ہو جاتا ہے۔ کبھی فیصلے پارٹیوں کی فتح و شکست کے جذبے سے ہوتے ہیں۔ اگر جابر اکثریت آجائے تو اپوزیشن کا گلا گھٹ جاتا ہے۔ ایسے حالات میں فیصلے ناقص ہوتے ہیں۔

بخلاف اس کے عدالت میں کسی بھی فریق کو پوری بات کرنے یا بیان پیش کرنے کا موقع ملتا ہے۔ دلائل اور کتبِ حوالہ پیش کی جاتی ہیں۔ اسلامی قانون کے ماہرین اپنے علم کا ماحصل کسی مسئلے میں سامنے لاتے ہیں، عدالتوں کے فیصلے شائع ہوتے ہیں اور جج کو حکومت اور پبلک دونوں کی طرف سے چوکنا رہنا پڑتا ہے۔

پھر اگر غلطی سے کسی ایک معاملے میں غلط فیصلہ ہو بھی جائے تو اوّل خود بہ سویر اس کی تبدیلی ممکن ہوتی ہے، علاوہ ازیں ایک آدھ فیصلے کی غلطی کے معنی یہ نہیں کہ عدالت ساری شریعت کے جوڑ بند کھول دے۔

مولانا عبداللطیف اور مولانا سمیع الحق کے شرعی بل کو حکومتی پارٹی جوں کی توں قبول کرنے پر تیار نہیں اور شریعت کا راستہ روکنے کے لیے باہر سے بھی بہت سی قوتیں زور لگا رہی ہیں۔ کئی امور پر شرعی محاذ اور حکومتی پارٹی کے درمیان گفتگو جاری تھی کہ جناب صدر نے بل کا مسودہ اسلامی نظریاتی کونسل کو مطالعہ اور رائے کے لیے بھجوا دیا۔

اصل بل کی دفعہ ۴ یہ تھی کہ "پبلک کی عدالتیں تمام امور و مقدمات میں شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کی پابند رہیں گی"۔ حکومتی نقطۂ نظر یہ تھا کہ شرعی اور غیر شرعی ہونے کے معاملات صرف وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار میں رکھے جائیں۔ اور جب ضرورت ہو کوئی بھی معاملہ وفاقی شرعی عدالت کے سامنے لے جایا جا سکتا ہے۔ حکومتی حلقوں کا کہنا یہ ہے کہ تمام عدالتوں کو شریعت کے مطابق فیصلہ دینے کا اختیار دینے کے معنی یہ ہیں کہ چھوٹی چھوٹی عدالتیں جگہ جگہ مختلف احکام دینے لگیں اور افراتفری پیدا ہو جائے۔ شرعی محاذ کا جواب یہ ہے کہ جب عام عدالتوں پر اعلیٰ عدالتیں موجود ہیں تو جیسے اب ان کو چوکنا رہ کر کام کرنا پڑتا ہے ویسا ہی محتاط رویہ وہ پھر بھی رکھیں گی۔ نیز اگر اتفاقاً دو عدالتیں اگر مختلف فیصلے دے دیتی ہیں تو پھر اُن پر وفاقی شرعی عدالت گرفت کر کے از سرِ نو صحیح فیصلہ کر سکتی ہے۔ ایسا تو شروع شروع میں شاذ و نادر ہو گا۔ بعد میں تو روایات و نظائر تشکیل پا جائیں گی۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے متبادل صورت یہ طے کی ہے کہ "ملک کی تمام عدالتیں تمام اُمور و مقاصد میں شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کی پابند رہیں گی اور شریعت کے خلاف فیصلوں کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہو گی۔ اگر کسی عدالت میں یہ سوال اُٹھایا جائے گا کہ آیا کوئی قانون یا فیصلہ شریعت کے منافی ہے تو اس مسئلے کے فیصلے کے لیے وفاقی شرعی عدالت سے رجوع کیا جائے گا"۔

یعنی نظریاتی کونسل نے اُصول تو وہی قبول کیا جو اصل بل میں ہے مگر عملی راستہ وہ اختیار کیا جو حکومتی حلقوں کو پسند ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے شریعت کی تعریف کی بحث کے متعلق بڑی حد تک مناسب راستہ نکالا ہے۔ اصل بل میں قانونِ شریعت کی تعریف میں یہ چیزیں بھی شامل تھیں کہ "کوئی حکم یا ضابطہ جو

اجماعِ اُمّت سے ثابت اور ماخوذ ہو، شریعت کا حکم مقصود ہوگا۔ اور ایسے احکام جو اُمّت کے مُسلّمہ اور مستند فقہاء (مجتہدین) نے قرآنِ پاک، سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماعِ اُمّت کے قیاس و اجتہاد کے ذریعے مستنبط کر کے مدوّن کیے ہوں، شریعت کے احکام متصوّر ہوں گے"۔ اس تعریف کی رُو سے گویا تمام دفاترِ فقہ کو تحفظ دے دیا گیا تھا۔ اور اس پر اسلام سے آزاد زندگیاں گذارنے والے "اجتہاد پسندوں" کے علاوہ ہمارے معزز اہلِ حدیث بھائیوں کو بھی سخت اختلاف تھا۔ حالانکہ ہم شریعت بِل کی کامیابی اور غلبۂ اسلام میں ان کا تعاون چاہتے ہیں۔

نظریاتی کونسل نے یہ شکل تجویز کی۔

(اس ایکٹ میں) "شریعت سے مُراد قرآن و سنّت میں مذکورہ احکامِ اسلام ہیں"۔ توضیح: احکامِ اسلام کی تعبیر کے لیے مندرجہ ذیل مآخذ سے رہنمائی حاصل کی جائے گی۔ ۱۔ سنّتِ خلفائے راشدین۔ ۲۔ تعاملِ صحابہ۔ ۳۔ اجماعِ اُمّت۔ ۴۔ مُسلّمہ فقہائے اسلام کی تشریحات و آراء۔

یہ صورت شریعت محاذ اور حکومتی حلقوں، دونوں میں قبولیت حاصل کر سکتی ہے۔

مزید نزاع یہ ہے کہ شریعت محاذ یہ کہتا ہے کہ حکومت کے انتظامی احکام کو بھی شریعت کا پابند ہونا چاہیے۔ اس کے لیے بِل کے مسودہ کی دفعہ ۶ ملاحظہ ہو: "انتظامیہ کا کوئی بھی فرد بشمول صدرِ مملکت اور وزیرِ اعظم شریعت کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکے گا"۔

حکومتی حلقے اسے نہیں مانتے۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے بطور مشورہ یہ عبارت تجویز کی ہے: "انتظامیہ کا کوئی بھی فرد بشمول صدرِ مملکت اور وزیرِ اعظم شریعت کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکے گا۔ اگر ایسا کوئی حکم دیا گیا تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی اور اُسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جائے گا بشرطیکہ شکایت کنندہ کے لیے کوئی قانونی مداوا نہ ہو"۔

پھر ایک اور نزاعی امر یہ ہے کہ اصل بِل کہتا ہے کہ تمام عمّالِ حکومت کو بشمول صدر و وزیرِ اعظم کسی کو عدالتی احتساب سے بالاتر قرار نہ دیا جائے۔ حکومتی حلقے اسے نہیں مانتے، کیونکہ وہ صدر کو تو کسی بھی صورت میں عدالت میں لانے پر تیار نہیں ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل کو اس سے اتفاق ہے۔

باقی کی دفعات اور شقوں میں بھی متنازعہ امور ہیں، لیکن نسبتاً کم اہم ہیں۔ ان کی بحث کو چھوڑتے ہیں کہ زیادہ تفصیل کا موقع نہیں۔

مختصر تاثر اس رسہ کشی سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ ایک فریق شریعت کو مؤثر اور جامع طور پر نافذ کرنا چاہتا ہے اور دوسرا فریق اس سلسلے کی پابندیوں سے زیادہ سے زیادہ ڈھیل حاصل کرنے اور بل میں ایسے تعبیراتی قانونی رخنے بڑھانے کے لیے کوشاں ہے جو بچ نکلنے میں مدد دیں۔

معلوم نہیں کہ بالآخر کیا شکل طے پاتی ہے! ۔۔۔ اور اس کا انحصار اس پر ہے کہ پمفلٹوں، اخباری بحثوں، جلسوں، قراردادوں اور ضرورت ہو تو مظاہروں کے ذریعے رائے عام کی تنظیم و تربیت کا کتنا کام کیا جاسکتا ہے اور اسلام کو "مسلمان کرم فرماؤں" کی چیرہ دستیوں سے کہاں تک بچایا جاسکتا ہے۔

حالات کا جو چیلنج ہمارے سامنے ہے وہ تقاضا کرتا ہے کہ ہماری توجہات کا سارا ارتکاز پارلیمانی جدوجہد پر ہی نہ ہو جائے، بلکہ دعوتِ عام، ملاقاتوں اور رابطوں، اخباری بحثوں، ادبی محاذوں، تنظیمی تجربوں، تحریکی اقدامات، ساری تدبیروں سے کام لیں۔ مجموعی کام کی وسعت، خود پارلیمانی محاذ کو بھی مضبوط اور مؤثر بناتی ہے۔

یہ حقیقت بڑی قابلِ توجہ ہے کہ مذہبی حلقوں کے اتحاد سے بار بار اچھے نتائج نمودار ہوتے ہیں۔ اِس وقت بھی شریعت بل کے سلسلے میں متعدد جماعتوں کی مساعی ہم آہنگ ہیں ۔۔۔ ہمارے دوسرے لاتعلق یا مخالف گروہوں کو بھی اندازہ ہو جانا چاہیے کہ لادینیت اور مادہ پرستی اور الحاد کا طوفان مغرب سے بھی اور شمال سے بھی ہماری طرف اُمڈا چلا آرہا ہے اور دونوں طرف کی طاقتیں یہ چاہتی ہیں کہ جس طرح انہوں نے ہمارے بہت سے دانش ور مردوں اور عورتوں کو اپنی تقلید اور مرعوبیت سے رام کر کے اسلام کے خلاف لڑنے کے لیے آلۂ کار

بنا لیا ہے۔ اسی طرح وہ باقی ساری قوم پر بھی اپنے جال ڈال سکیں۔

ساتھ ہی اس کام کے لیے بھی یہاں کے اسلام گریز اور لادینیت پسند طبقے بھی اور باہر کے دشمن بھی یہ چاہتے ہیں کہ الحاد اور سیکولرازم کے مقابلے میں اسلامی محاذ کو اشخاص کی انانیت اور فرقہ وارانہ ذہنیت کے ذریعے افتراق کا شکار بنا دیا جائے۔ ذہنیتیں یہاں تک اُلٹ جائیں کہ اہلِ دین مخالفینِ دین سے اتحاد کرتے نظر آئیں۔

ہماری آرزو ہے کہ قوم کے دینی حلقے آنکھوں کے سامنے پیش آنے والے حالات سے سبق سیکھیں۔ نیز ہمارے کارکن ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر رہ کر تمام دینی بزرگوں کی عزت بھی کریں، تمام دینی حلقوں سے ربط بھی رکھیں اور اُن تک پیغامِ اتحاد بھی پہنچائیں۔

یہ نہ سمجھیں کہ کام ہو گیا۔ کام ابھی باقی ہے اور مسلسل باقی رہے گا۔ تاآنکہ لادینیت کے خلاف معرکہ سر نہ کر لیا جائے۔ ورنہ لادینیت تو ان دستوری اور قانونی فیصلوں کو بھی سبوتاژ کرنا چاہتی ہے، جنہیں نہایت محنت سے آپ تسلیم کراتے ہیں۔ ان دستوری اور قانونی فیصلوں کو مؤثر بنانا، ان میں عملاً اثر اندازی پیدا کرنا اور ان کے صحیح منشاء و مدعا کو حاصل کرنا بغیر اس کے ممکن ہی نہیں کہ آپ اُن کا پہرہ بھی دیں، ان کو اُن مخالفین سے بھی بچائیں جو ان کا حلیہ بگاڑنے پر پہلے سے تُلے ہوئے ہیں۔ ان کے اندر معانی بھی پیدا کریں، ان کے اندر زور و قوت بھی بھریں اور ان کو کھوکھلے لفظوں کے بجائے ٹھوس اور عملی اور چلتی پھرتی حقیقتیں بنا دیں۔

خدا اپنی راہ میں آپ کا حامی و ناصر ہو!